حقوق نسواں اور مذاہب عالم

محمد یاسر حبیب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم''

(سورۂ بقرہ: ۲۲۸)

ترجمہ'': عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ (فضیلت) حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب اختیار رکھنے والا اور حکیم ہے''۔

دوسری جگہ اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

''الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم علىٰ بعض و بما أنفقوا من اموالهم''

(سورۂ نساء: ۳۴)

ترجمہ'': مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

حقوق نسواں پر بحث وتمحیص صدیوں سے جاری ہے، لیکن کچھ عرصے سے اس میں کافی شدت آ گئی ہے، سوال یہ ہے کہ وہ کون سے حقوق ہیں جن کے لیے خواتین یا ان کے خیر خواہ کوشاں ہیں؟ مزید یہ کہ آج تک عورت کو بحیثیت عورت جو مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے اس کے دلانے میں کس کا کیا کردار ہے؟ جواب سے پہلے عورتوں کے متعلق مذاہبِ عالم کے بارے میں تصور کو جاننا اور پرکھنا ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ دیگر ادیان نے عورت کو کیا مقام دیا اور اس حوالہ سے اسلام کا امتیاز کیا ہے؟

عموماً دنیا میں عورتوں کے متعلق دو نظریے ملتے ہیں، اور دونوں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔

پہلا نظریہ، یہ ہے کہ عورت اوصاف حمیدہ کا ایک حسین مرقع، فرشتہ صفت، پیکر حیاء، ایثار و وفا کی مورت، عقیدت کا مجموعہ، سراپا شفقت اور زندگی کے تمام تر مسائل کا حل ہے، لیکن اس نظریے کا وجود درحقیقت شاعرانہ تخیل تک ہی محدود ہے۔

دوسرا نظریہ، اس کے برعکس ہے کہ: عورت ایک ناپاک وجود سے عبارت ہے، اور دنیا میں پائی جانے والی تمام تر برائیوں اور مصیبتوں کا اصل سبب اور بنیاد عورت کا وجود ہے، چنانچہ اس ضمن میں ایک یورپین مفکر کا قول ہے کہ:

''میں مرد کو اس وجہ سے پسند نہیں کرتا کہ وہ مرد ہے بلکہ اس لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ عورت نہیں ہے''

اسی طرح مشہور یونانی فلاسفر سقراط کے خیال میں

''عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی کوئی اور چیز نہیں''

ایک اور شہرت یافتہ یونانی فلاسفر افلاطون کے بقول:

''سانپ کے ڈسنے کا تو دنیا میں علاج موجود ہے، لیکن عورت کے شر کا کوئی علاج ممکن نہیں، اس لئے اگر ممکن ہو تو اس مجسمۂ شر کو ذلت کے آخری غار میں پھینک دو''۔

یونان کے ان قدیم فلاسفروں کے افکار اور نظریات کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں عورت کو باعث ذلت گردانا گیا اور یونانی لوگ عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بیچنے اور اسے ذاتی ملکیت کی طرح استعمال کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ روم، مصر، عراق، چین، عرب، ہندوستان، ایران ان تمام ممالک کے اندر صنف نازک کے ساتھ ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا، بازاروں اور میلوں میں اس کی خرید وفرخت کی جاتی رہی، ان سے حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا رہا، یونان میں تو ایک عرصے تک یہاں تک بحث کی جاتی رہی کہ اس کے اندر روح موجود ہے بھی یا نہیں۔ اہلِ عرب اس کے وجود کو ہی موجب عار سمجھتے تھے، بعض شقی القلب اپنی لڑکیوں کو زندہ

درگور کر دیتے تھے، ہندوستان کے بعض علاقوں میں آج بھی یہ حال ہے کہ شوہر کی میت کے ساتھ عورتوں کو بھی زندہ جلا دیا جاتا ہے، راہبانہ مذاہب اسے معصیت کا سرچشمہ، گناہ کا دروازہ سمجھتے تھے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کو روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کیا جاتا تھا، الغرض یہ کہ دنیا کی بیشتر تہذیبوں میں اس عورت کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی، وہ حقیر اور ذلیل سمجھی جاتی تھی، اس کے معاشی اور سیاسی کوئی حقوق نہیں تھے، وہ اپنی مرضی سے کسی قسم کا کوئی تصرف نہیں کر سکتی تھی، وہ ابتداء میں باپ کی پھر شوہر کی اور اس کے بعد اپنی اولاد کے تابع و محکوم تھی، ان کے اقتدار کو چیلنج کرنے کی اسے اجازت نہیں تھی، اس پر ہونے والے ظلم وستم کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں تھا اور نہ ہی اسے یہ حق اور آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر دادرسی کی طلبگار بنے۔

یہ تو قدیم تہذیبوں کا حال تھا جن میں عورت کو نہ تو کوئی مقام حاصل تھا اور نہ ہی اس کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کر سکے، دورِ حاضر کی جدید تہذیب کے اندر بھی آزادئ حقوق نسواں کا جو ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، اس کا حال بھی ان قدیم تہذیبوں سے کچھ مختلف نہیں، بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ صرف ظاہری لفاظی ہے، حقیقت حال وہی ہے جو دورِ قدیم میں تھی، اس لیے کہ دورِ قدیم میں عورت سے جو کام اسے سامانِ عیش اور خادم بے مول کہہ کر لیے جاتے تھے، دورِ جدید میں وہی کام اس سے حقوق نسواں کے خوبصورت نعروں کی آڑ میں لیے جا رہے ہیں۔ آج عورت کو گھر کی پاکیزہ اور محفوظ چہار دیواری سے کھینچ کر اسے شاہراہِ عام پر لایا گیا ہے۔ لیکن وہ عورت آج بھی اسی نوعیت کے مظالم اور مسائل کا شکار ہے جن مسائل اور مظالم کا شکار دورِ قدیم کی عورت تھی۔ بحیثیتِ نوع، عورت کے حالات میں کچھ زیادہ فرق نہیں آیا وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی، اس کے حقوق پر آج بھی دست درازی کی جا رہی ہے۔ آزادئ نسواں کے نام پر گھر کی چار دیواری سے باہر لائی جانے والی عورت پر آج بھی گھر کی ذمہ داریاں اسی طرح برقرار ہیں اور اس کے ساتھ ہی اسے ایک اور فکر بھی لاحق ہوگئی ہے وہ فکر اپنے معاشی انتظام کی ہے جس کے حصول کے لئے کوشاں یہ عورت جب معاشرے میں قدم رکھتی ہے تو نا صرف یہ کہ اسے اپنی عزت کی بقاء بلکہ ذریعۂ کفالت کے حصول کے لئے جو جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور آئے دن اسے اس کے لئے جس قسم کے تشویشناک مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ مسائل کسی سے مخفی نہیں۔

مقام حیرت ہے کہ مغربی تہذیب کے دلدادہ خود عورت کے ساتھ جس قسم کا ناروا سلوک روا رکھتے ہیں، اس کے سامنے دورِ قدیم کے مظالم بھی محض فرسودہ لگتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اس کا الزام دوسروں کے سر ڈالنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

جہاں تک اسلام میں حقوق نسواں کا تعلق ہے، اگر ہم اس صورت حال کو اس طرح دیکھیں، جس طرح اس کی عکاسی مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے کی جا رہی ہے تو لامحالہ ہمیں بھی اس بات سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ اسلام نے جو حقوق خواتین کو دیئے ہیں وہ واقعی فرسودہ اور ناکافی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں خواتین کی آزادی کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ درحقیقت عورت کے احترام کی نفی اور اس کی روح اور جسم کا استحصال ہے، جس پر آزادئ نسواں کا خوش نما پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ مغربی معاشرہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کو حقوق دیے جائیں، لیکن خود اس معاشرے نے خواتین کو کیا دیا ہے؟ یہی کہ عملی طور پر اسے داشتہ اور طوائف کی سطح پر لے آیا ہے، اسے ایک ایسی شئے بنا ڈالا ہے جس سے مرد لطف اندوز ہوتے ہیں، آرٹ اور کلچر کے خوبصورت پردوں کے پیچھے اس کا کس قدر استحصال کیا جاتا ہے کہ عملاً وہ جنس کے متلاشیوں اور کاروباریوں کے ہاتھوں کھلونا بن کے رہ گئی ہے، جس کا اسے احساس بھی نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس آج سے چودہ سو برس پہلے عہدِ جاہلیت میں، اسلام کی انقلابی تعلیمات نے عورت کو اس کے حقیقی حقوق اور مرتبۂ عزت عطا کیا، اسلام کا مقصد ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خواتین کے حوالے سے معاشرے کی سوچ، خیالات، احساسات اور طرزِ زندگی میں بہتری لائی جائے، معاشرے میں خاتون کا مقام بلند سے بلند تر کیا جائے۔

اس وقت دنیا کی آبادی کا تقریباً پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے، مسلمانوں کی یہ آبادی بہت سے معاشروں میں تقسیم ہے، ان معاشروں کا طرزِ زندگی یکساں نہیں ہے، کچھ معاشروں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جاتا ہے اور کچھ معاشرے اسلامی تعلیمات سے دور ہیں۔ اسلام میں خواتین کے کیا حقوق ہیں؟ اس بات کا فیصلہ ان مسلمان معاشروں کو دیکھ کر نہیں کیا جائے

گا بلکہ اس سلسلے میں شریعت اسلامی کے حقیقی مصادر سے رہنمائی لی جائے گی ، اسلامی تعلیمات کے مستند اور بنیادی مصادر قرآن و سنت اور اجماع صحابہ ہیں۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں اسلام میں عورتوں کے کیا حقوق ہیں؟

اسلام مرد اور عورتوں کو مساوی حقوق دیتا ہے، لیکن یہ حقوق مساوی ہیں، یکساں نہیں ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تو مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے تکمیل کا ذریعہ ہیں، ان کے درمیان باہمی شراکت کا رہوتی ہے، گویا اگر دونوں اپنا اپنا کردار اسلامی احکام کے مطابق ادا کریں گے تو ان کے درمیان نہ کبھی رقابت ہوگی اور نہ مخالفت۔ اسلام نے عورت کو وہ تمام حقوق عطا کیے ہیں جو اس کا بنیادی حق ہیں، دیگر ادیان باطلہ کی طرح اسلام نے عورت کے حقوق کی کبھی نفی نہیں کی ، بلکہ عورت کو صحیح معنوں میں تمام شعبہائے زندگی کے تمام مواقع پر عملاً وہ اختیار ، وہ حقوق اور وہ مراتب عطا کیے جن کی بدولت اسے اپنا جائز مقام حاصل ہوا بنیادی طور پر اسلام میں عورتوں کے حقوق کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔اسلام میں عورت کے روحانی حقوق

اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں، ان میں سب سے پہلے عورت کے روحانی......یعنی مذہبی......حقوق ہیں۔

چنانچہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

’’ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فاو لئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا‘‘

(سورۂ نساء :۱۲۴)

ترجمہ:’’اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرط یہ کہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے حق میں ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی‘‘۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جنت کے حصول کے لئے جنس کی کوئی شرط نہیں بلکہ جو کوئی بھی مرد یا عورت ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے۔ آیت بالا سے مغرب کے ان لوگوں کے اشکال کی بھی نفی ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جنت کا تصور صرف مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں۔

دوسری جگہ سورہ احقاف میں اللہ تبارک وتعالیٰ والدین کے حقوق کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

’’ووصینا الانسان بوالدیہ احسٰنا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصٰلہ ثلٰثون شھرا‘‘

(سورۂ احقاف :۱۵)

ترجمہ:’’اور ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں۔(اس لیے کہ) اس کی والدہ نے مشقت اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر اس کو پیدا کیا اور اس کے حمل اور دودھ کے چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے‘‘۔

اسلام ماں بننے کے عمل کی عظمت اور اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے عورت کو اس حوالے سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع مقام عطا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ اسلام عورت اور مرد پر یکساں اخلاقی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور دونوں کے لیے ایک جیسی حدود و قیود نافذ کرتا ہے۔

۲۔اسلام میں عورت کے معاشی حقوق

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کو معاشی حقوق فراہم کیے، ان حقوق میں بہت سی چیزیں شامل ہیں، مثال کے طور پر ایک عاقل و بالغ مسلمان عورت جائداد کی خرید و فروخت کر سکتی ہے، اپنے پاس رکھ سکتی ہے، ضرورت کے وقت بیچ سکتی ہے۔ وہ بغیر کسی پابندی کے اپنی مرضی سے وہ تمام فیصلے کر سکتی ہے جو ایک مرد کر سکتا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جو حق اسلام نے عورت کو آج سے چودہ سو سال پہلے دیا، برطانیہ نے یہی حق عورت کو 1870ء میں آکر دیا۔ اسی طرح اسلام نے ضرورت کے وقت عورت کے کام کرنے اور روزی کمانے کی بھی اجازت دی ہے ۔

الغرض یہ کہ اسلام نے تمام تر جائز کاموں کے کرنے کی عورت کو بھی اتنی ہی آزادی دی ہے جتنی کہ مرد کو، خواہ وہ طب کا شعبہ ہو یا تعلیم کا یا کوئی اور شعبہ۔

دوسری طرف اسلام تمام تر معاشی ذمہ داریاں مرد کو سونپتا ہے، عورت پر اس قسم کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتا، ہاں اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ عورت کو اپنی ذمہ داری خود اٹھانی پڑے تو اسلام اس سے بھی منع نہیں کرتا۔ اگر حقوقِ نسواں کی محافظ شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے کوئی کام کرنا چاہتی ہے تو اسلام میں اس کی بھی اجازت ہے۔ اسلام عورتوں کو کاروبار کی بھی اجازت دیتا ہے، اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کی مثال ہمارے سامنے ہے جو تجارت کیا کرتی تھیں۔

۳۔ اسلام میں عورت کے معاشرتی حقوق

اسلام نے عورت کو معاشرتی اور سماجی لحاظ سے بھی کئی حقوق عطا کیے ہیں، اسے معاشرے میں ایک مہذب اور باوقار مقام عطا کیا۔ اسلام سے پہلے عہد مسیحی میں جب شرک کا دور دورا تھا، اس وقت بچیوں کے زندہ درگور کیے جانے کا رواج عام تھا، لوگ بیٹیوں کی پیدائش کو ذلت کا باعث گردانتے تھے اور بیٹیوں کے پیدا ہونے پر انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت اسلام نے ہی رحمت بن کر عورت کو جان کی حفاظت فراہم کی اور بیٹیوں کے قتل کرنے کی قبیح روایت کا خاتمہ کیا۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیرا''

(سورۃ بنی اسرائیل:۳۱)

ترجمہ: ''اپنی اولاد کو افلاس کے خدشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی، بیشک ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے''۔

چنانچہ اسلام نے آکر ایک عورت کو زندہ رہنے کا حق عطا کیا۔ یہی نہیں بلکہ ان بچیوں کی صحیح تعلیم وتربیت کو اچھے انداز میں کرنے کی تعلیم بھی دی اور اس پر اجر بھی مقرر کیا۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کی اور ان کا خیال رکھا اور محبت کے ساتھ انہیں پالا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا''

اسی طرح اسلام نے عورت کو بحیثیت بیوی، ماں، بہن ان تمام رشتوں کو حقیقی معنوں میں ایک مقام عطا کیا، ان سب کے الگ الگ حقوق بیان کیے، الغرض یہ کہ اسلام نے خواتین کو معاشرتی حقوق عطا کیے جن کی بدولت پاکیزہ رشتے وجود میں آئے، اسلام نے ان کا احترام کرنے، ادب کرنے کا حکم دیا، اسلام میں جہاں والد کے حقوق بیان کیے گئے، وہیں والدہ کے بھی بہت سے حقوق بیان کیے گئے۔ ماں کا حق تو یہاں تک بیان کیا کہ والدہ کے قدموں تلے جنت ہے، اس کی نافرمانی کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا۔

۴۔ اسلام میں عورت کے تعلیمی حقوق

اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے عورت کے حقوق کی بات اس وقت کی جب عورت کو کسی بھی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے، ان کی ذاتی حیثیت املاک سے بڑھ کر نہیں تھی، اسلام نے اس وقت خواتین کی تعلیم پر زور دیا، جس وقت تمام مذاہب کے موجود ہوتے ہوئے بھی دنیا میں تعلیم نسواں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ سیرت طیبہ اور صحابہ کے دور میں ہمیں ایسی کئی مثالیں ملیں گی، جن میں عورتوں کی تعلیم کے لئے باقاعدہ جگہ اور اوقات مقرر تھے، جہاں ان کو باقاعدہ سے تعلیم دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابیات عالمہ تھیں اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سے مختلف فیہ مسائل کے متعلق رجوع کیا کرتے تھے، سب

سے اہم مثال ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھی۔جن سے صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین تک ہدایت ورہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ سے تقریباً 1210 احادیث مروی ہیں۔اسی طرح ایسی کئی اورصحابیات کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے جو اپنے زمانے کی عالمہ تھیں جن سے مرد حضرات یعنی صحابہ کرامؓ رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔

۵۔اسلام میں عورت کے قانونی حقوق

اسلامی قانون کے مطابق مرد اور عورت بالکل برابر ہیں،اسلامی شریعت مرد اور عورت کے جان و مال کو یکساں تحفظ فراہم کرتی ہے۔اگر کوئی مرد کسی عورت کو قتل کر دے تو اسے بھی سزائے موت دی جائے گی،اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو اس کے لئے بھی وہی سزا مقرر ہے۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ''

(سورۂ بقرہ :۱۷۸)

ترجمہ:''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے،غلام قاتل ہو تو وہی غلام قتل کیا جائے اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت سے ہی قصاص لیا جائے''۔

اسی طرح دیگر جرائم کے اندر بھی عورت اور مرد میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی،چنانچہ اگر کوئی مرد چوری کرتا ہوا پکڑا جائے اور اس پر چوری کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کے لئے قطع ید......یعنی ہاتھ کاٹنے......کا حکم ہے،اسی طرح اگر کوئی عورت چوری کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کے لئے بھی بلا تخصیص ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزآء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم''

(سورۂ مائدہ :۳۸)

ترجمہ:''اور چور خواہ مرد ہو یا عورت،دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا۔اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے''۔

اسی طرح اسلام نے عورت کو گواہی کا بھی حق دیا ہے جس کے بارے میں یہودی ربی بیسویں صدی کے اندر غور وفکر کر رہے تھے کہ آیا عورت کو گواہی دینے کا حق ہونا چاہیے یا نہیں۔

اسلام نے کسی عورت پر بہتان طرازی کے معاملے میں چار گواہوں کی شہادت لازمی قرار دی ہے،گویا اسلام کی نظر میں کسی عورت کی عصمت وعفت پر بلا تحقیق انگلی اٹھانا ایک بہت بڑا جرم قرار دے دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا''

(سورۂ نور:۴)

ترجمہ:''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں،ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں''۔

اس کے برعکس آج کے معاشرے کے اندر جب جس شخص کا دل چاہتا ہے شریف عورتوں پر الزام تراشی کرنے لگتا ہے۔ان کے کردار اور اخلاق کے بارے میں جو منہ میں آتا ہے کہتا چلا جاتا ہے۔یہی وہ سب سے بڑا فرق ہے اسلام کا اور دیگر ادیان کا جس سے

اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت کے عزت ووقار کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

۶۔اسلام میں عورت کے سیاسی حقوق

اسلام نے عورتوں کو آزادیٔ اظہارِ رائے کا بھی حق دیا ہے اور اس سلسلے میں قانون سازی کے دوران عورتوں کی رائے کو اہمیت بھی دی گئی ہے، چنانچہ مشہور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حق مہر کے مسئلے پر گفتگو فرمارہے تھے اور حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ حق مہر کی حد مقرر کردی جائے۔ کیونکہ نوجوانوں کے لیے نکاح کرنا مشکل ہوتا جارہا تھا، اسی اثناء میں پیچھے سے ایک بوڑھی عورت اٹھی اور اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی :

"وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اٰتیتم احدٰلھن قنطارًا فلا تاخذوا منه شیئا"

(سورۂ نساء :۲۰)

ترجمہ: "اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کرو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا"۔

اس کے بعد اس عورت نے کہا کہ جب قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ عورت کو حق مہر میں مال کا ڈھیر بھی دیا جاسکتا ہے تو عمر کون ہوتا ہے حد مقرر کرنے والا؟

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ "عمر غلط تھا اور یہ عورت درست کہہ رہی تھی"۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں ایک عام عورت کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ خلیفۂ وقت کے ساتھ اختلاف کی جرأت کرسکے اور اس پر اعتراض کرسکے۔

آخری گذارش

سوچنے کی بات یہ ہے کہ خواتین کے حقوق کے معاملے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والے تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود ہر سال مغربی خواتین کی ایک بڑی تعداد اسلام قبول کررہی ہے، مغرب کی یہ الزام تراشی کہ اسلام خواتین پر پابندیاں عائد کرتا ہے اور عورت کو ذیلی حیثیت دیتا ہے، اسلام دشمنی کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔

وہ معاشرہ جو عورت کے مقابلے میں کتے کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عورتوں کے حقوق کا علمبردار ہے سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ سب کچھ جان کے بھی انجان رہنا، بی بی سی کی جانب سے 2003ء میں کیے گئے سروے کے مطابق 78 فیصد مردوں اور عورتوں نے کہا کہ اگر ان کے پڑوس میں کوئی شخص اپنے پالتو کتے کو پیٹ رہا ہوگا تو وہ پولیس کو اطلاع دے کر اسے بچانے کی کوشش کریں گے جبکہ اس کے برعکس کسی گھر میں کسی مرد کی جانب سے اپنی بیوی یا دوست عورت پر تشدد کیے جانے کی صورت میں پولیس کو اطلاع دینے پر صرف 53 فیصد لوگوں نے آمادگی ظاہر کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب میں عورت آج بھی جدید جاہلیت کے عہدِ مظلومیت سے گذر رہی ہے، ہدایت الٰہی سے محروم تہذیب نے عورت کو عملاً مردوں کا کھلونا بنادیا ہے، مغرب کے اہلِ دانش اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر ہنری میکاؤ (Dr.Henry Makow) اپنے ایک معرکہ آراء تجزیے میں لکھتے ہیں، جس کا نام ہے "امریکی نسائیت کی درگت: بکنی بمقابلہ برقعہ"

(The Debauchery of american Womanhood:Binkini vs Burka)

ملاحظہ کیجیے :

"اپنے کمرے کی دیوار پر میں نے ایک تصویر برقعے میں مکمل طور پر ڈھکی ہوئی ایک مسلمان عورت کی اور اس کے ساتھ ہی ایک اور تصویر مقابلۂ حسن میں شریک ایک امریکی عورت کی لگا رکھی ہے، جس کے جسم پر سوائے ایک بکنی کے کچھ نہیں ہے۔ ان میں سے ایک عورت لوگوں کی نگاہوں سے پوری طرح چھپی ہوئی ہے

جبکہ دوسری ان کے سامنے مکمل طور پر عیاں ہے۔ یہ دو انتہائی نام نہاد تہذیبوں کے تصادم کے بارے میں بہت کچھ بتا رہی ہیں۔عورت کا کردار کسی بھی ثقافت کا دل ہے،مشرقِ وسطیٰ پر مسلط کی گئی جنگ عربوں کا تیل چرانے کے علاوہ برقعے کو بکنی سے بدل کر،ان کے بدن سے ان کے مذہب اور ثقافت کا لباس اتار دینے کے لیے بھی ہے“۔

آگے چل کر ڈاکٹر میکاؤ لکھتے ہیں :

”میری نگاہ میں برقعہ اپنے شوہر اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے عورت کی تخصیص اور تقدیس کی علامت ہے،صرف وہی اسے دیکھتے ہیں، برقعہ گھریلو زندگی کی راز داری اور اہمیت کو مستحکم کرتا ہے،مسلمان عورت کی سر گرمیوں کا محور اس کا گھر ہے ، یہ وہ آشیانہ ہے جہاں اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں،وہ ”گھر“ بنانے والی ہے۔ یہ گھر خاندان کی روحانی زندگی کو سیراب کرنے والا سرچشمہ ہے،اس کے بچوں کی پرورش اور تربیت کا مرکز ہے اور اس کے شوہر کی تقویت کا باعث اور پناہ گاہ ہے۔اس کے برعکس بکنی پوش امریکن بیوٹی کوئین ٹی وی پر عملاً عریاں حالت میں لاکھوں لوگوں کے سامنے اتراتی ہوئی آتی ہے۔اپنی حد تک تو وہ عورتوں کے حقوق کے علمبردار اور اپنی مالک آپ ہے مگر عملاً وہ پبلک پراپرٹی ہے،وہ کسی کی نہیں اور سب کی ہے۔وہ اپنے جسم کو سب سے زیادہ بولی لگانے والے کے ہاتھ فروخت کرتی ہے،وہ خود کو ہمہ وقت نیلام کرتی رہتی ہے۔امریکا میں عورت کی سماجی وثقافتی حیثیت کا پیمانہ اس کی صنفی کشش ہے۔“......

(خاتونِ مغرب کا حالِ زار اور اسلام،ثروت جمال اصمعی ،روزنامہ جنگ ۸نومبر ۲۰۰۸ء)

یہ تجزیہ کسی مسلمان شدت پسند کا نہیں بلکہ ایک انگریز دانشور کا ہے، جو اسی معاشرے کا رہنا والا ہے۔اس تجزیے کے مطابق امریکی معاشرے میں عورت کے جنسی کھلونا بن جانے اور اس کے نتیجے میں خاندانی نظام کے بکھر جانے ،بچوں کا ممتا کی محبت سے محروم ہو جانے اور بالخصوص معاشرے کا تباہی کے راستے پر گامزن ہو جانے کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس تجزیے کو پڑھ کر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جو معاشرہ حقوقِ نسواں کا پرچار کر رہا ہے اور خود کو اس کا علمبردار گردانتا ہے اس معاشرے کی اپنی حالت کس قدر دگرگوں ہے،مغربی معاشرے میں رہنے والی عورت مغرب کے تمام تر دعوؤں کے باوجود آج بھی اپنا کوئی مقام حاصل نہیں کر پائی ہے۔مغربی ذرائع ابلاغ کے تمام تر دعووں کے باوجود خود انہی کے اپنے ملک سے شائع ہونے والی رپورٹیں اور سروے ان کے اپنے منہ پر طمانچہ ہیں۔

درحقیقت اسلام ہی وہ کامل مذہب ہے جو عورت کو ماں ،بہن ، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے احترام ،تقدس اور محبت کے بلند مدارج پر عورت کو فائز کرتا ہے،مغربی تہذیب میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں پایا جاتا۔لہٰذا یہ کہنا اور سمجھنا کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کا سرے سے ہی کوئی تصور نہیں،نہایت نادانی اور ناسمجھی کی بات ہے۔

یاد رکھئے !صحت مند معاشرے کے قیام کے لئے عورت کا وجود اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مرد کا۔لیکن عورتوں کو بھی یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے ساتھ کچھ قیودات بھی مقرر کی ہیں جن کی پاسداری خود انہی کی بقاء ومفاد کی ضمانت ہے،،لہٰذا تمام مسلمانوں سے یہی گذارش ہے کہ اپنے مذہب کی قدر جانیں اور اسلام کے ہر پہلو کو اپنی عملی زندگے میں شامل کریں،اسی میں ہماری بقاء ہے۔غیروں کی چالبازیوں میں آ کر اعتراض کرنا اور اپنے دین میں برائی نکالنا نہایت آسان ہے،غیروں کی تہذیب اور ثقافت نے آج تک ہمیں نہ کچھ دیا ہے اور نہ ہی آئندہ ان سے کسی اچھائی کی امید کی جا سکتی ہے۔

بقولِ شاعر

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

وما علينا الا البلاغ المبين